Vol.4 No. 4 2021

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

غالبؔ ایک آزادی پسند شاعر

Ghalib as a Liberal Poet

۱۔ نثار علی

۲۔رضوانہ بی بی

۳۔عائشہ بی بی

ABSTRACT:

Ghalib's mental and emotional experience was vast. He would also look at these realities of life where other people's thoughts do not usually go; they were acquainted with the men of evil. Not at home Reading was his special hobby. He does not study the psychology of others but his own nature. They descend into the depths of and reach the level of self-knowledge. The purpose is to make the poetry of Ghalib colorful Color is a collection of ideas. There are many songs in this instrument. And every song is heartwarming. And his Idolatry is the essence of his self-knowledge. And we have a great tradition of poetry. The most important thing in Ghalib's speech is that his complaint is his selflessness and adherence from their freedom, all of them turns to their Creator.

مرزا غالب کے ہاں تصو ر آزادی دراصل آزادی کے گہرے شعور سے پیدا ہوا ہے۔رسوم وروایات کی پابندیاں ان کے لیے ناقابل قبول ہیں۔آزادی کا واضح تصور غالب کی غزل و نثر کا طرہ امتیاز ہے۔اسی نے ان کے اندر رندی اور بت شکنی پیدا کی ایک بڑا بت شکن جانتاہے کہ کون سی شی ماضی میں قابل قبول ہے۔اس لئے باقی کو رد کرنے کی اس میں قوت ہوتی ہے۔یعنی بت شکنی کی بنیاد ہمیشہ گہرا شعور ہے۔چنانچہ وہ معاشرے پر تنقید کر رہے ہو یا مذمت پر خیال آرائی یہی گہرا شعور ہر جگہ کار فرمانظر آتاہے۔ان کی خود بینی ، خود نمائی اور خود پرستی روش عام سے ہٹ کر چلنا چاہتی ہے۔چنانچہ عقیدوں کو جوں کا توں قبول کرنے کی بجائے وہ ہر جگہ حیرت اور شک کا اظہار کرتے ہیں حقیقت اشیاء کی جستجو میں عقل کو رہنما بناتے ہیں۔کیونکہ عقل جب انسان کی فکر میں داخل ہو جاتی ہے تواس کا نام نظر ہے۔یعنی بصیرت جب رومزہ کے عمل میں گھل مل جائے تو تاثیر پیدا کر لیتی ہے۔غالبؔ کے دیوان کا پہلا شعر ہی روایت سے ان کی آزادی کا اعلان ہے۔غالبؔ نے حمد کی جگہ شکوے سے اپنے کلام کا آغاز کرکے گویا پورے نظام حیات کے خلاف احتجاج کیا ہے اور یہ شکوہ کسی ذاتی محرومی کی بنا پر نہیں ہے۔جیسا کہ ان کے بعض اشعار میں نظر آتاہے۔

زندگی اپنی جب اس شکل سے گذاری غالبؔ

ہم بھی کیا یاد کریں گے کہ خدا رکھتے تھے(1)

یہ شکوہ بڑی ہمہ گیر نوعیت کا ہے۔اس میں ہر پیکر تصویر فریادی نظر آتاہے۔یہ شکوہ اس نظام حیات کے خلاف ہے جس میں نہ دانش سے کچھ حاصل ہے نہ عبادت سے۔جس میں جاہ علم سے بے خبر ہے۔اور علم جاہ سے بے نیاز ہے۔جس میں فاقہ مستی رنگ لائے بغیر نہیں رہتی۔

I. پی ایچ ڈی اسکالر شعبۂ اردو سرحد یونیورسٹی آف سائنس اینڈ انفارمیشن ٹیکنالوجی پشاور

II. پی ایچ ڈی اسکالر شعبۂ اردو سرحد یونیورسٹی آف سائنس اینڈ انفارمیشن ٹیکنالوجی پشاور

III. ایم فل اسکالر شعبۂ اردو قرطبہ یونیورسٹی پشاور کیمپس

Vol.4 No. 4 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

جہاں تنخواہ میں ایک تہائی کا شریک ساہوکار ہو جاتاہےاور جہاں پاؤں کے آبلوں کا علاج راہ کے کانٹوں کے علاوہ کچھ اور نہیں ہے۔غالب چونکہ اقبال کی طرح حسن ادا سے شکوے کو شکر میں بدلنا نہیں جانتے تھے اس لئے انہوں نے اپنی بات کہنے کے لیے انداز بھی وہ اختیار کیا جو کسی نااہل کی گرفت میں نہ آسکے۔چنانچہ انہیں اپنے پہلے ہی شعر کی شرح خود ایک خط میں بیان کرنا پڑی۔مسلمہ اقدار اور روایت سے آزادی نے انہیں رز بیان کے مروجہ اسلوب سے آزادی پر بھی مجبور کیا۔اس آزادی اظہار میں جہاں ان کی مشکل پسندی کو دخل تھا وہاں احتیاط کا پہلو بھی مد نظر رہاہو گا۔چنانچہ انہوں نے بات کہنے کا وہ طرز ایجاد کیا جو فہم و سماعت دونوں کی گرفت سے آزاد تھا۔

آگہی دام شنیدن جس قدر چاہئے بچھائے

مدعا عنقا ہے اپنے عالم تقریر کا!(2)

اور جب زمانے کے ساتھ ساتھ لوگ ان کی باتوں کے عادی ہوگئے اور خیالات کے اظہار سے انہیں

نقص امن کا اندیشہ نہ رہا تو انہوں نے بھی سیدھی سیدھی باتیں کہنا شروع کر دیں۔غالبؔ کا احتجاج جس نے انہیں ہر روایت سے آزادی پر مجبور کیا دراصل نتیجہ ہے ان کی اس شدت احساس کا جسے زندگی ایک درد بے دوا نظر آتی ہے۔قید حیات و بند غم دونوں ان کی نظر میں ایک تھے۔وہ جانتے تھے کہ اگر غم عشق سے فراغ حاصل ہوا تو غم روز گار میں اسیر ہو جائیں گے۔بلکہ حقیقت یہ ہے کہ غم روز گار کو وہ غم عشق سے بھی زیادہ سنگین جانتے تھے۔

تیری وفا سے کیا ہو تلافی کہ دہر میں

تیرے سوا بھی ہم پہ بہت سے ستم ہوئے(3)

زندگی ان کے لیے ایک ایسا عذاب تھی جس کی تلافی نہ مجبوب کے التفات سے ہو سکتی تھی نہ

عاقبت کے آرام سے۔

دیتے ہیں جنت حیات دہر کے بدلے

نشئہ بہ اندازہ خار نہیں ہے(4)

جب صورت یہ ہو تو انہیں شکوہ دراصل اس ذات سے تھا جس کی خود بینی نے ہنگامہ حیات آراستہ کرکے ان پر زندگی اورا ختیار کی تہمت لگائی تھی۔ان کا غم دراصل زندگی کا غم تھا۔ع

ڈبویا مجھ کو ہونے نے نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا(5)

نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا کے سوال نے ان کی فکر کو اس تجسس سے آشنا کیا جو فلسفے کی بنیاد ہے۔ہر ہر بات پر ایک ایک سوالیہ نشان ان کے سامنے آجاتا تھا۔ جویوں ہوتا تو کیا ہوتا ؟ وہ ہر امکان کا بڑی جرات سے جائزہ لیتے اور اپنے نتیجہ فکر کا بے باکانہ اظہار کر دیتے ، وہ چاہئے جنت کی حقیقت کے بارے میں ہو چاہے ظرف تنگنائے غزل سے متعلق ہو، چاہے پابستگی رسم ورہ عام کی ہمہ گیری کی بابت ہو۔ان کی تنقید نے نہ اسالیب اظہار کو چھوڑا نہ زندگی کے الیے کو ،

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

اور نہ کائنات کی حقیقت کو۔اگر ان کی طبیعت میں تصوف کی گہری رنگ آمیزی نہ ہوتی تو وہ گہری نظرسے زندگی کا جائزہ لے کر کسی حد تک مطمئن ہو جاتے لیکن مشکل یہ تھی کہ وہ فلسفہ کو بھی حقیقت کے ادراک کے لیے ایک سعی لاحاصل سمجھتے تھے۔ع

لغو ہے آئینہ فرق جنون و تمکیں(6)

جب غم زندگی سے فراغ کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو ان کی طبیعت خود بخود عدم کی نامحدود پہنائیوں کی طرف کھنچنے لگی۔اس وادی کو انہوں نے مستانہ وار طے کیا اور عدم سے بھی آگے نکل گئے۔

میں عدم سے بھی پرے ہوں ورنہ غافل بارہا

میری آہ آتشیں سے بال عنقا جل گیا(7)

لیکن جب زندگی کی مجبوریاں ناچار انہیں اسی کارخانہ ہست و بود میں کھینچ لائیں تو انہوں نے ایک

ایسی بے نیازی کا اندازاختیار کیا جس کے آگے صورت عالم ایک نام اور ہستی اشیا ایک وہم رہ گئی ۔انہوں نے اورنگ سلیمان کو ایک کھیل اور اعجاز مسیحا کو ایک بات بنادیا۔غالب کے کلام میں سب سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ ان کی شکایت ان کی بے نیازی اور مسلمات سے ان کی آزادی ، ان سب کا رخ ان کے خالق کی طرف ہے۔وہ حقیقت تک پہنچنے کے لیے لاکھ جتن اختیار کرتے ہیں۔

کیا فرض ہے کہ سب کو ملے ایک ساجواب

آؤنہ ہم بھی سیر کریں کوہ طور کی(8)

جب کو ہ طور کی سیر سے کام نہیں بنتا تو طعنوں سے اپنا مطلب پورا کرنا چاہتے ہیں۔

گرنی تھی ہم پہ برق تجلی نہ طور پر

دیتے ہیں بادہ ظرفِ قدح خوار دیکھ کر(9)

جب اس پر کچھ نہیں ملتا تو اپنی ناآسودگی کو دور کرنے کے لیے اور اپنی بے چارگی کی لاج

رکھنے کے لیے بڑی جرات سے احتجاج کرتے ہیں۔

بندگی میں بھی وہ آزادہ و خود بیں ہیں کہ ہم

اُلٹے پھر آئے درکعبہ اگر وانہ ہوا(10)

اپنی آزادی فکر کے جواز کے لیے اور رسمی مذہب کی پابندیوں کو رد کرنے کی خاطر مذہب سے

ہی سند لاتے ہیں اورپھر دیر و حرم دونوں کی تردید کرتے ہیں۔

Vol.4 No. 4 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

دیر و حرم آئینہ تکرار تمنا

واماندگی شوق تراشے ہے پناہیں(11)

لیکن ان پناہیں تراشنے والوں کو بھی الزام سے بری کرکے اس صورت حال کا ذمہ دار اپنے خالق کو

ہی قرار دیتے ہیں۔

تھک تھک کے ہر مقام پر دوچار رہ گئے

تیرا پتا نہ پائیں تو ناچار کیا کریں(12)

دیر و حرم دونوں کو ٹھکانے لگانے کے بعد انہوں نے فکر عاقبت کو بھی بالائے طاق رکھ دیا

ستائش گر ہے زاہد اس قدر جس باغ رضواں کا

وہ اک گلدستہ ہے ہم بے خودوں کے طاق نسیاں کا(13)

فکر عاقبت سے فارغ ہو کر وہ شوق فضول و جرات رندانہ کے ساتھ ساتھ شراب و شاہد کی طرف متوجہ ہوئے اور اس میدان میں انہوں نے وہ گل کھلائے کہ باید و شاید ، رسوائے دہر ہوئے ،طبیعتوں کے چالاک ہوئے ، معشوق فریبی کو اپنا شیوہ بنایا ، غرق دریائے معاصی ہوئے ، اور یہاں ایسے بلانوش ثابت ہوئے کہ دریائے معاصی کو ہی خشک کردیا۔اور پھر بھی اپنے دل کی حسرت پورانہ ہونے کا گلہ ہی کر تے رہے۔جنت سے شادکام ہونے کے باوجود داور محشر کے سامنے اپنی نامرادی کا شکوہ کر تے رہے اور شکوہ بھی اس تیکھے پن سے کیا کہ اس کی نظر مشکل سے ملے گی۔اور غالبؔ نے بادہ خواری کے معاملے میں گاہ گاہ کا تکلف بے کار کیا ہے۔ع

ہر شب پیاہی کر تے ہیں مے جس قدر ملے(14)

کا اعتراف تو وہ پہلے ہی کر چکے تھے۔جب استطاعت نہ ہوتی تھی تو قرض کی پی لیتے تھے ،

اور بادہ فروش کے تقاضوں سے ناخوش بھی رہتے تھے۔

تمنائے معشوقہ بادہ نوش

تقاضاہے بے ہودہ مے فروش(15)

شراب کے معاملے میں تو وہ بلانوش تھے۔

پیئوں شراب اگر خم بھی دیکھ لوں دوچار

یہ شیشہ و قدح وکوزہ و سبو کیا ہے(16)

Vol.4 No. 4 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

ممکن ہے بادہ فروش کے تقاضوں سے تنگ آکر غالب نے شراب کشید کرنا بھی شروع کر دی ہو۔

اس کا کوئی ثبوت تو نہیں ہے البتہ ایک لطیف سا اشارا ضرورت ملتا ہے۔

صرف بہائے مے ہوئے ، آلات مے کشی

تھے یہ ہی دو حساب سو یوں پاک ہوگئے(17)

آلات مئے کشی کی ترکیب جام و مینا سے زیادہ شراب کشید کرنے کے ساز و سامان کی غمازی کرتی ہوئی نظر آتی ہے۔شراب و شاہد سے خود سند ہونے کے باوجود غالب اپنی آزادی پر آنچ نہیں آنے دینا چاہتے تھے۔کبھی کبھی انہیں یہ اندیشہ ہو تا تھا کہ کہیں عشق کے ہاتھوں ان کی آزادی سلب نہ ہو جائے۔

وہ حلقہ ہائے زلف کمیں میں ہیں اے خدا

رکھ لیجو میری دعوٰئے وارستگی کی شرم(18)

اور جب بالآخر گرفتار ہوئے تو کوئی ایسا پینترا بدلا کہ بغیر کسی مشکل کے رہائی پاگئے ، اور جب رہائی کی طرف سے اطمینان ہوگیا اور گرفتاری دوام کا خوف نہ رہا تو عادی مجرم ہوگئے۔

سوبار بند عشق سے آزاد ہم ہوئے

پر کیا کریں کہ دل ہی عدو ہے فراغ کا(19)

سوال یہ ہے کہ غالب کے یہاں آزادی کا جذبہ اس شدت سے کیوں موجود ہے۔اگر انہیں حقیقت کا

عرفان ہو جاتا تو یہ لگن جاتی رہتی۔اگر کسی سے محبت ہو جاتی تب بھی شاید وہ کسی کے حلقہ بگوش ہو کر بیٹھ رہتے۔اگر حالات نامساعد نہ ہوتے تو بھی ممکن تھا کہ وہ مطمئن ہو جاتے ، ان کے ہاں آزادی کی لگن کے دراصل داخلی اور خارجی دونوں ہی اسباب موجود ہیں۔خارجی سبب تو یہ تھا۔

آپ کا بندہ اور پھروں ننگا

آپ کا نوکر اور کھاؤں گا اُدھار

آگ تاپے کہاں تلک انساں

دھوپ تاپے کہاں تلک جاندار(20)

اور داخلی سبب یہ تھا کہ ان کی طبیعت کسی بار کی متحمل نہیں ہو سکتی تھی

شرح اسباب گرفتاری خاطر مت پوچھ

اس قدر تنگ ہوا دل کہ میں زنداں سمجھا(21)

پاتے نہیں جب راہ تو چڑھ جاتے ہیں نالے

رکتی ہے مری طبع تو ہوتی ہے رواں اور(22)

اور یہی داخلی محرک انہیں معاشرے کی قدروں کو توڑ نے پر مجبور کرتا ہے۔

پھر وضع احتیاط سے رکنے لگا ہے دم

برسوں ہوئے ہیں چاک گریباں کیے ہوئے(23)

لیکن اس بت شکنی کے باجود غالب کی نگاہ سے یہ راز پوشیدہ نہیں تھا کہ سب بتوں کی ریزہ ریزہ کرنے کے باوجود ان کی اپنی انا ان کے راستے میں ایک سنگ گراں بن جائے گی۔

ہر چند سبک دست ہوئے بت شکنی میں

ہم ہیں تو ابھی راہ میں ہیں سنگ گراں اور(24)

کیوں کہ انہیں معلوم تھا کہ ان کے درد کا مداوا صرف ایک ہے۔ع

عشرت قطرہ ہے دریا میں فنا ہو جانا(25)

یہ عشرت انہیں نصیب نہ ہوئی اس لیے وہ بت شکنی سے باز نہ آئے ، انہوں نے اہل ذوق کو للکارا۔

ہیں اہل خرد کس روش پہ ناز اں

پابستگی رسم ورہ عام بہت ہیں(26)

انہوں نے حلاج کی طرف سے یہ کہہ کر منہ موڑ لیا۔ع

ہم کو تقلید تنک ظرفی منصور نہیں(27)

انہوں نے فرہاد کو سرگشتۂ رسوم و قیود قرار دیا۔وہ موت کو بھی اسباب و علل سے آزادی کرانا

چاہتے تھے فرہاد کے بارے میں انہوں نے بڑی حقارت سے کہا۔

Vol.4 No. 4 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

تیشے بغیر مر نہ سکا کوہ کن اسد

سرگشتہ خمار رسوم و قیود تھا(28)

غالب نے کوہکن کی طرح غم زندگی سے ہراساں ہو کر جان نہیں دی بلکہ غم سے خوگر ہو کر اس پر قابوپانے کی کوشش کی ، اور بالآخر اس میں ایک طرح لذت بھی تلاش کر لی۔

ایک ہنگامے پہ موقوف ہے گھر کی رونق

نوحۂ غم ہی سہی نغمۂ شادی نہ سہی(29)

نغمہ ہائے غم کو بھی اے دل غنیمت جانئے

بے صدا ہو جائے گا یہ ساز ہستی ایک دن(30)

آگے بڑھے تو انہوں نے غم کو بھی اپنی ہستی کی جلا کا سامان سمجھا۔

غم نہیں ہو تا ہے آزادوں کو بیش از یک نفس

برق سے کر تے ہیں روشن شمع ماتم خانہ ہم(31)

جب سازو سامان سے آزاد ہونے کی خواہش تیز ہوئی تو اپنے ماتم خانے کا انہوں نے بیاباں سے سودا کرلیا۔

نقصاں نہیں جنوں میں بلا سے ہو گھر خراب

سوگز زمیں کے بدلے بیاباں بُرا نہیں(32)

ایک اور جگہ وہ لکھتے ہیں:

کم نہیں وہ بھی خرابی میں یہ وسعت معلوم

دشت میں ہے مجھے وہ عیش کہ گھر یاد نہیں(33)

جب ہر منزل سے گذر چکے تو بس موت کا مرحلہ باقی رہ گیا

ہو چکیں غالب بلائیں سب تمام

ایک مرگ نا گہانی اور ہے(34)

مرتے ہیں آرزو میں مرنے کی

موت آتی ہے پر نہیں آتی(35)

موت کے تصور میں بھی وہ اپنی آزادہ روی پر قائم رہے۔کبھی یہ کہ موت اس طرح آئے کہ زندگی کی بدنامی لوگوں کے ذہنی میں دوبارہ تازہ نہ ہو جائے۔اور وہ ہرایک کی نگاہ سے دور گمنامی میں ابدی نیند سوجائیں۔

ہوئے مرکے ہم جو رسو ا ہوئے کیوں نہ غرق دریا

نہ کبھی جنازہ اٹھتانہ کہیں مزار ہوتا(36)

کبھی وہ یہ سوچتے کہ شاید کفن ہی ان کی پردہ پوشی کر سکے۔

ڈھانکا کفن نے داغ عیوب برہنگی

میں ورنہ ہر لباس میں ننگ وجود تھا(37)

کبھی یہ خیال کیا کہ جب زندگی میں ننگ و نام سے بے پروار ہے تو پھر موت کے بعد کیسی پردہ داری؟

گلیوں میں مری نعش کو کھینچے پھرو کہ میں

جاں داوہ ہوا ئے سرِرہگذار تھا(38)

اور جب موت کے بعد انہیں کفن بھی نصیب نہ ہوا تو کس حسرت اور تفاخر سے انہوں نے صرف ا تنا کہا۔

یہ لاش بے کفن اسد خستہ جاں کی ہے

Vol.4 No. 4 2021

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا(39)

الغرض غالب کا ذہنی اور جذباتی تجربہ بہت وسیع تھا۔ان کی نظر زندگی کے ان حقائق پر بھی پڑتی ہے جہاں دوسروں کا خیال عام طورپر نہیں جاتا وہ بلا کے مردم شناس تھے۔نہاں خانہ دل کا مطالعہ ان کا خاص مشغلہ تھا وہ دوسروں ہی کی نفسیات کا مطالعہ نہیں کرتے بلکہ خود اپنی فطرت کی گہرائیوں میں اتر کر خودشناسی کے درجہ تک پہنچ جاتے ہیں۔غرض غالب کی شاعری رنگا رنگ خیالات کا مجموعہ ہے۔اس ساز میں بے شمار نغمے ہیں۔اور ہر نغمہ دل آویز ہے۔اور اس کی بت شکنی اس کی خودشناسی کا جوہر ہے۔اور ہماری شاعری کی بہت بڑی روایت ہے۔

حوالہ جات

1) مزا غالب ، دیوان غالب از غلام رسول مہر ، شیخ غلام علی پبلی شرز ، لاہور ، ص 497

2) مزا غالب ، دیوان غالب از غلام رسول مہر ، شیخ غلام علی پبلی شرز ، لاہور ، ص 17

3) مزا غالب ، دیوان غالب از غلام رسول مہر ، شیخ غلام علی پبلی شرز ، لاہور ، ص550

4) مزا غالب ، دیوان غالب از غلام رسول مہر ، شیخ غلام علی پبلی شرز ، لاہور ، ص562

5) مزا غالب ، دیوان غالب از غلام رسول مہر ، شیخ غلام علی پبلی شرز ، لاہور ، ص125

6) رسالہ ، افکار ، غالب نمبر، مکتبہ افکار ، کراچی ، 1945، ص 130

7) مزا غالب ، دیوان غالب از غلام رسول مہر ، شیخ غلام علی پبلی شرز ، لاہور ، ص28

8) مزا غالب ، دیوان غالب از غلام رسول مہر ، شیخ غلام علی پبلی شرز ، لاہور ، ص 720

9) مزا غالب ، دیوان غالب از غلام رسول مہر ، شیخ غلام علی پبلی شرز ، لاہور ، ص210

10) مزا غالب ، دیوان غالب از غلام رسول مہر ، شیخ غلام علی پبلی شرز ، لاہور ،ص94

11) رسالہ ، افکار ، غالب نمبر، مکتبہ افکار ، کراچی ، 1945، ص 131

12) رسالہ ، افکار ، غالب نمبر، مکتبہ افکار ، کراچی ، 1945، ص 131

13) رسالہ ، افکار ، غالب نمبر، مکتبہ افکار ، کراچی ، 1945، ص 131

14) مزا غالب ، دیوان غالب از غلام رسول مہر ، شیخ غلام علی پبلی شرز ، لاہور ،ص524

15) رسالہ ، افکار ، غالب نمبر، مکتبہ افکار ، کراچی ، 1945، ص 132

16) مزا غالب ، دیوان غالب از غلام رسول مہر ، شیخ غلام علی پبلی شرز ، لاہور ،ص591

17) مزا غالب ، دیوان غالب از غلام رسول مہر ، شیخ غلام علی پبلی شرز ، لاہور ،ص674

18) رسالہ ، افکار ، غالب نمبر، مکتبہ افکار ، کراچی ، 1945، ص 133

19) مزا غالب ، دیوان غالب از غلام رسول مہر ، شیخ غلام علی پبلی شرز ، لاہور ،ص127

20) مزا غالب ، دیوان غالب از غلام رسول مہر ، شیخ غلام علی پبلی شرز ، لاہور ،ص202

21) مزا غالب ، دیوان غالب از غلام رسول مہر ، شیخ غلام علی پبلی شرز ، لاہور ،ص131

22) مزا غالب ، دیوان غالب از غلام رسول مہر ، شیخ غلام علی پبلی شرز ، لاہور ،ص222

23) مزا غالب ، دیوان غالب از غلام رسول مہر ، شیخ غلام علی پبلی شرز ، لاہور ،ص729

Vol.4 No. 4 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

24) مزا غالب ، دیوان غالب از غلام رسول مہر ، شیخ غلام علی پبلی شرز ، لاہور ،ص222
25) مزا غالب ، دیوان غالب از غلام رسول مہر ، شیخ غلام علی پبلی شرز ، لاہور ،ص174
26) رسالہ ، افکار ، غالب نمبر، مکتبہ افکار ، کراچی ، 1945، ص 134
27) رسالہ ، افکار ، غالب نمبر، مکتبہ افکار ، کراچی ، 1945، ص 134
28) رسالہ ، افکار ، غالب نمبر، مکتبہ افکار ، کراچی ، 1945، ص 134
29) مزا غالب ، دیوان غالب از غلام رسول مہر ، شیخ غلام علی پبلی شرز ، لاہور ،ص489
30) مزا غالب ، دیوان غالب از غلام رسول مہر ، شیخ غلام علی پبلی شرز ، لاہور ،ص295
31) رسالہ ، افکار ، غالب نمبر، مکتبہ افکار ، کراچی ، 1945، ص 135
32) رسالہ ، افکار ، غالب نمبر، مکتبہ افکار ، کراچی ، 1945، ص135
33) رسالہ ، افکار ، غالب نمبر، مکتبہ افکار ، کراچی ، 1945، ص135
34) رسالہ ، افکار ، غالب نمبر، مکتبہ افکار ، کراچی ، 1945، ص135
35) رسالہ ، افکار ، غالب نمبر، مکتبہ افکار ، کراچی ، 1945، ص135
36) مزا غالب ، دیوان غالب از غلام رسول مہر ، شیخ غلام علی پبلی شرز ، لاہور ،ص834
37) رسالہ ، افکار ، غالب نمبر، مکتبہ افکار ، کراچی ، 1945، ص137
38) رسالہ ، افکار ، غالب نمبر، مکتبہ افکار ، کراچی ، 1945، ص175
39) مزا غالب ، دیوان غالب از غلام رسول مہر ، شیخ غلام علی پبلی شرز ، لاہور ،ص35